بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

افسوس ہے گذشتہ ماہ جولائی کی ۲۰ تاریخ کو بیاسی سال کی عمر میں جناب مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب عثمانی نے کراچی میں داعئِ اجل کو لبیک کہا اور اپنے ہزاروں مریدوں اور عقیدتمندوں سے دائمی مفارقت اختیار کی۔ مولانا دیوبند کے مشہور عثمانی خاندان کے گوہرِ شب چراغ تھے۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے برادر خورد اور حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے عمر میں بڑے تھے۔ صورت شکل۔ قدوقامت اور رنگ میں اپنے چھوٹے بھائی سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے، عربی اور دینیات کی تعلیم مشکوٰۃ تک پائی تھی۔ انگریزی میں میٹرک تھے۔ ذہانت اور طباعی اس خاندان کا ورثہ ہے اس لئے مطالعہ اور ذاتی غور وفکر کا نتیجہ یہ تھا کہ دینی اور دنیوی ہر قسم کے موضوع پر بڑی سنجیدہ موثر اور دلنشین تقریر کرتے تھے۔

محکمہ نہر میں عرصہ تک اوورسیر کے عہدہ پر کام کرتے رہے لیکن طبیعت شروع سے سلوک و طریقت کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے بیعت تھے۔ حجاز میں حضرت شیخ الہند کی گرفتاری کے بعد جب ہندوستان میں حضرت سے چند خصوصی تعلق رکھنے والے حضرات پکڑے گئے تو اُن میں مولانا مرحوم بھی تھے، پولیس نے بڑی بڑی سختیاں کیں اور سخت اذیتیں دیں لیکن حضرت شیخ الہند کی تحریک کے جو راز ہائے سربستہ آپ کے سینہ میں محفوظ تھے اُن کو شناسائے حرف وصوت نہ ہونے دیا۔ حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد مرحوم نے بڑے بھائی حضرت مفتی صاحب سے رجوع کیا اور روحانی تربیت حاصل کی تحریکِ خلافت کے آخری دنوں میں ملازمت سے استعفیٰ دیدیا اور اب ہمہ تن تبلیغ اسلام اور روحانی ارشاد وہدایت کے کاموں میں لگ گئے۔ مشرکانہ رسم ورواج اور بدعات سے سخت نفور تھے اس سلسلہ میں برسوں بریلی میں مقیم رہے اور عام ابلاغِ حق اور ارشاد وہدایت کے علاوہ اہل بدعات سے مناظرے بھی کرتے رہے۔ پھر انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے تو خاص اس غرض سے علی گڈھ آکر پڑ گئے یہاں اساتذہ وطلبا سے گفتگوئیں کیں اور انھیں دینِ قیم کی دعوت پہونچائی۔ مولانا کی ان مساعی کا نتیجہ

یہ ہے کہ آپ کے مریدان باصفا میں خود مسلم یونیورسٹی میں اور اس کے علاوہ پورے ہندوپاک میں ایک بہت بڑی تعداد جدید تعلیم یافتہ حضرات کی ہے جو اسلامی زندگی کے اوصاف و کمالات سے مزیّن ہیں۔

انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ سے اُن کی توقعات کیا تھیں؟ اور انھیں وہ کس راہ پر لگانا چاہتے تھے؟ اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ اپنے ایک مرید خاص کو جو مسلم یونیورسٹی کے ایک نہایت لائق اور نامور فرزند ہیں اپنے خط مورخہ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۲ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خوب یاد رکھو جب تک تینوں پہلو درست نہ ہوں (تزکیہ، مغربی اور اسلامی حکمت) تم لوگ میرے معیار پر (جو حقیقتاً معیارِ قرآنی ہے) کوئی مفید اور بڑا کام نہیں کر سکتے، یہی وہ معیار ہے جو اس وقت گم ہے اور اسی وجہ سے مسلمانوں کا جو کام بھی جو جماعت کرتی ہے وہ مطلوبہ نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔"

تحریک پاکستان کے عہد شباب میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے سیاسی اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا مگر اس کے باوجود کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ کی مجلس میں مولانا کے خلاف کوئی لفظ بھی کہہ سکے۔ ایک مرتبہ کسی نے بھولے سے اس قسم کی کوئی بات کہی تو سخت طیش میں آکر فرمایا "تم یا کوئی اور کیا جان سکتا ہے کہ مولانا حسین احمد کیا ہیں؟ اور اُن کا کیا مقام ہے؟ میرا خود یہ حال ہے کہ میں محض مولانا کی تکلیف کے خیال سے کھدر پہنتا ہوں۔ ورنہ میں اس کو ضروری نہیں سمجھتا" ایک اور مجلس میں فرمایا "مولانا حسین احمد کا دل جتنا روشن ہے آج کسی کا نہیں ہے۔" اس سے ان لوگوں کو عبرت ہونی چاہیئے جو ذرا سے اختلاف رائے کی بنا پر اپنے مخالف کے تمام اوصاف و کمالات پر خاک ڈالتے ہیں اور اس کو مردود و جہنمی ہی بنا کر چھوڑتے ہیں

۱۹۵۴ء کا ذکر ہے۔ اس زمانہ میں مولانا مرحوم کے متعلق ایک عام چرچا تھا کہ جو شخص آپ سے بیعت ہو جاتا ہے اُسے دوسرے، تیسرے ہی دن خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہو جاتی ہے۔ راقم الحروف بھی اس سے اس درجہ متاثر ہوا کہ مرحوم سے بیعت ہونے کا ارادہ کر لیا لیکن حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو سلوک و طریقت میں وقت کے امام تھے اور اس نالائق سے اولاد کی طرح

محبت کرتے تھے۔ آپ کو خبر ہوئی تو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا "خواب میں حضورؐ کی زیارت نہ شریعت میں کوئی اہمیت رکھتی ہے اور نہ طریقت میں یہ مطلوب ہے۔ کسی مرشد کامل سے بیعت ہونے کا مقصد تزکیہ نفس اور اتباعِ شریعت کو اپنی طبیعت بنا لینا ہونا چاہیئے، محض اس غرض سے بیعت کرنا وسوسۂ شیطانی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خود مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب کے ہاں بھی اس کی کوئی اہمیت نہ تھی اور نہ کسی مُرید سے وہ اس طرح کا وعدہ کرتے یا اس کی اُمید دلاتے تھے"

ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد زندگی محض توکل پر بسر کرتے تھے۔ خود اگرچہ درویشانہ طور پر سادہ اور بے تکلف رہتے تھے۔ مگر بڑے سیر چشم اور فیاض طبع تھے۔ غریبوں اور ضرورتمندوں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے۔ باتوں میں بڑا رس تھا۔ آنکھوں میں جذب کی کیفیت جھلکتی رہتی تھی۔ ہر بات میں اتباع شریعت کا خیال مقدم رہتا تھا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق رکھتے تھے حضورؐ کا نام نامی زبان پر آیا نہیں کہ ہر موئے بدن بارگاہِ عقیدت و محبت میں سجدہ ریز نظر آتا تھا۔ زبان لڑکھڑانے لگتی اور آنکھیں پُرنم ہو جاتیں۔ نوّر اللّٰہ مرقدہٗ

، رجولائی کے انگریزی اخبار اسٹیٹسمین میں محمد اسلم نامی ایک پاکستانی نوجوان کے متعلق ایک نہایت دلخراش خبر شائع ہوئی تھی۔ پھر اُسی کے حوالہ سے معزز معاصر "صدق جدید" میں ایک صاحب کا خط چھپ گیا۔ اس بنا پر بہت سے قارئین برہان کا ذہن ان محمد اسلم کی طرف منتقل ہو گیا جن کا تذکرہ جولائی کے برہان میں ہوا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہر طرف سے تحقیق و تفتیش کیلئے تشویش سے بھرے خطوط ایڈیٹر برہان کے نام چلے آرہے ہیں۔ اس لئے یہ عرض کرنا ضروری ہو کہ ہم نے اس امر کی تحقیق کے لئے اپنے ایک عزیز دوست سے انگلینڈ کے پاکستانی ہائی کمیشن کو خط لکھوایا ہے ان سطروں کی تحریر تک جواب نہیں آیا۔ جب تک کوئی جواب نہ آئے اور قطعی بات معلوم نہ ہو قارئین کو اُمید خیر ہی رکھنی چاہیئے۔

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو؟